اردو میں حروفِ تہجی کی تعداد و ترتیب اور ہجے کے اختلافی مباحث

Number and Sequence of Urdu Alphabets and Controversial Debate of Spellings.

ڈاکٹر عبد الستار ملک

لیکچرر اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

Abstract;

The written form of a sound is called a letter. The number of Arabic alphabets is twenty-eight. In the beginning, the order of these letters was phonetic and not phonetic. With the passage of time, for the convenience of students, the experts put together similar letters in one place and presented a new order. The arrangement is still prevalent in Arabic, Persian and other languages, where the Arabic script has been adopted. An important controversial and debatable issue in Urdu script is its number of alphabets. This uncertain and confused situation creates difficulty for a learner. The alphabet is the foundation for learning a language. Urdu alphabets are no longer in an indefinite or unorganized condition. So, at present consensus about the definite number of alphabets is the need of the hour. Addition to number of letters or changing their order is an impediment in the development of the language. The second issue is the method of spelling. In addition to spelling, another problem is the letters' articulation manner. In our society, Urdu Primer and Quran reading starts side by side. Ba, Ta, Sa are taught in the mosque while Bay, Pay, Te, Se is taught in the school. This double method of articulation causes great trouble and confusion to an innocent mind. While in the phonetic teaching method, Sound length of Urdu letters as Aa, Ba, Ta, Sa, Ja, Cha, Da, Dha etc. is different from the previous. This is a very important and fundamental problem that demands the attention of linguists and pedagogues. The essay elaborates the mentioned issues categorically and opens new vistas.

کلیدی الفاظ: اردو حروفِ تہجی، ہجے کے مباحث، تعداد و ترتیب، ترتیبِ ابجد، ترتیبِ ابتث

آواز کی تحریری صورت کا نام "حرف" ہے۔ مولوی عبد الحق کے مطابق: "سادہ آوازوں کو تحریری علامات میں لانے کا نام حرف ہے۔"(1) گویا آواز اور حرف ایک ہی چیز کی دو صورتیں ہیں۔ آواز صوتی صورت اور حرف تحریری شکل ہے۔ بقول برحموہن دتاتریہ کیفی: "وہ تحریری شکلیں جو حدِ امکان تک آواز کی

پوری نمائندگی کریں اور ان میں مزید اختصار کی گنجائش نہ ہو۔انھی کے مجموعے کو حروفِ تہجی کہتے ہیں۔'(2)
اُردو رسم الخط عربی رسم الخط کی ارتقایافتہ شکل ہے۔بقول محمد اسحاق صدیقی:

> شروع شروع میں سامی حروف کی طرح عربی میں بائیس حروف تھے۔ابجد، ہوز، حطی، کلمن ، سعفص، قرشت سے ان کی ابتدائی ترتیب ظاہر ہوتی ہے۔یہی ترتیب فینقی سے ماخوذ تمام خطوں میں ملتی ہے۔رومن یا انگریزی میں بھی کسی حد تک یہ ترتیب محفوظ ہے۔ABCDاب ج دکے KLMNک ل م ن کے اور QRSTق ر ش ت کے مقابل ہیں۔(3)

عربوں کی کچھ مخصوص آوازوں کو رسم الخط میں سمونے کے لیے چھ حروف بعد میں وضع کیے گئے۔یعنی ث خ ذ اور ض ظ غ،جن کا اظہار ثخذ اور ضظغ سے کیا جاتا ہے۔ایک عرصے تک یہ حروف اس ترتیب سے پڑھائے جاتے رہے۔حروف کی یہ ترتیب ''ترتیبِ ابجد'' کہلاتی ہے۔یعنی ابجد، ہوز، حطی، کلمن، سعفص، قرشت، ثخذ اور ضظغ۔اس قاعدے کا فائدہ یہ تھا کہ حروف بآسانی ترتیب کے ساتھ یاد رکھے جاسکتے تھے۔ چونکہ یہ ترتیب نہ صوتی تھی نہ صوری۔یعنی نہ اس میں آواز کا خیال رکھا گیا نہ شکل کا چنانچہ پہلے ماہرین نے انھیں مخارج سے لحاظ سے ترتیب دیا[4] اور بعد میں شکل کے لحاظ سے[5]۔یہ ترتیب اب تک عربی، فارسی اور دیگر زبانوں میں رائج ہے، جہاں عربی رسم الخط کو اختیار کیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ عربی حروفِ تہجی کا صوری اندازِ ترتیب اِتنا ناقص نہیں ہے۔دراصل یہ ترتیب صوتیاتی اندازِ ترتیب کی مشکلات کو کم کرنے کے لیے معرضِ وجود میں آئی۔فتحِ ایران کے بعد اہلِ ایران نے عربی رسم الخط اختیار کیا تو چند آوازیں ایسی تھیں جو عربی میں نہیں تھیں۔اِس لیے اُنھوں نے پہلے سے موجود حروف ب ج ک ز کی علامتوں میں تصرف کرکے پ چ گ اور ژ کا اضافہ کیا۔اِس لیے اِن حروف کو بالترتیب بائے فارسی، جیم فارسی، کاف فارسی اور زائے فارسی کا نام دیا گیا۔(جبکہ عربی حروف کو بائے تازی، جیم تازی، کاف تازی اور زائے تازی کہتے ہیں)۔اِن چار حروف کے اضافے کے ساتھ فارسی حروفِ تہجی کی تعداد ۳۳ ہوگئی۔جب یہ رسم الخط اُردو کے لیے اختیار کیا گیا تو معکوسی آوازوں کے لیے ت، د اور ر میں تصرف کرکے ٹ، ڈ اور ڑ بنا لیے گئے۔اِس لیے اِن کو بالترتیب تائے ہندی، دال ہندی اور رائے ہندی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔اِس کے علاوہ ہائیہ آوازیں بھ پھ تھ وغیرہ عربی اور فارسی میں موجود نہ تھیں۔لہٰذا اِن کے اختراع کے وقت بھی ابتدائی سادہ آوازوں اور دوچشمی ھ کے اختلاط سے کام لیا گیا۔اس طرح ایک آواز کو ظاہر کرنے کے لیے دو علامتوں سے مخلوط علامت اختیار کی گئی۔نہ صرف حروف بلکہ زبان کے مزاج کے مطابق اعراب و حرکات میں بھی تصریف کی گئی۔واؤ مجہول، یائے مجہول اور فتحۂ مجہول، کسرۂ مجہول اور ضمۂ مجہول اس کی مثالیں ہیں۔

اِس طرح اُردو رسم الخط میں عربی، فارسی اور مقامی آوازوں کی آمیزش پائی جاتی ہے۔ جب کوئی زبان دوسری زبان کا رسم الخط مستعار لیتی ہے تو ایسی صورت میں اپنی ضرورت کے مطابق مخصوص آوازوں کے لیے نئے حروف وضع کرنے پڑتے ہیں اور نئ علامتوں کی تشکیل کرنا ہوتی ہے۔ اِس کا آسان اور معروف طریقہ یہ ہے کہ اختیار کردہ رسم الخط کے لیے ایسے حروف تلاش کیے جائیں، جو صوتیاتی اعتبار سے نئ آوازوں سے قریب ہوں تاکہ پہلے سے موجود حروف یا علامتوں میں معمولی ردوبدل سے نئے حروف یا علامتوں کی تشکیل کی جاسکے ۔ ہمارے بزرگوں نے بھی یہی سہل اور معروف طریقہ اختیار کیا۔ اُردو رسم الخط اور حروفِ تہجی کی تکمیل اُردو کے قدیم ماہرینِ زبان کے لسانی اور صوتیاتی شعور کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اگرچہ صوت اور حرف میں مکمل مطابقت پیدا نہیں ہو سکی لیکن یہ کمی اُردو رسمِ خط میں ہی نہیں بلکہ تقریباً تمام زبانوں کے رسم الخط میں موجود ہے۔

اُردو رسم الخط کا ایک اہم اختلافی اور فروعی مسئلہ حروفِ تہجی کی تعداد ہے۔ ایسی غیر یقینی صورتِ حال میں عام قاری کے ساتھ اساتذہ کے لیے بھی یہ مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ حروفِ تہجی کی صحیح تعداد کیا سمجھیں اور طلبہ کو کیا بتائیں۔ راہنمائی اور تحقیق کی غرض سے جب ماہرینِ زبان اور کتب کی طرف رجوع کیا جائے تو ایک غیر یقینی اور انتشاری کیفیت کا سامنا ہوتا ہے کیونکہ ماہرینِ زبان حروفِ تہجی کی ایک تعداد پر متفق نہیں۔ حروفِ تہجی کے تعین اور شمار میں خلطِ مبحث کا سب سے بڑا سبب حرف وصوت کا الجھاؤ ہے۔ تمہید میں وضاحت ہو چکی ہے کہ اُردو حروفِ تہجی کا تعین صوت کی بنا پر نہیں، تاریخ، روایت اور صورتِ املا پر ہے۔ سید انشا اللہ انشا نے ”دریائے لطافت“ میں حروفِ تہجی کی تعداد ۸۵ لکھی ہے۔ انشا کی بتائی ہوئی یہ تعداد انتہائی خوفناک ہے۔ پنڈت دتریا کیفی نے حروفِ تہجی کی تعداد ۷۴ بتائی ہے اور فہرست میں آمھ نھ ے اور ء کو شامل نہیں کیا[(6)]۔ بقول سید احمد دہلوی :”اردو زبان چونکہ کئ زبانوں سے مخلوط ہو کر بنی ہے۔ اِس سبب سے یہ زبان سب سے زیادہ یعنی ۵۵ آوازوں کی مالک ہے“۔[(7)] خواجہ عبد الرؤف عشرت لکھنوی نے اُردو حروفِ تہجی کی تعداد ۵۲ مقرر کی۔ انھوں نے دو چشمی ھ کو حروفِ تہجی میں شامل نہیں کیا البتہ ہمزہ کو شامل کیا۔[(8)] مولوی فتح محمد جالندھری نے ”مصباح القواعد“ میں ہائیہ حروف کو شامل کرتے ہوئے حروفِ تہجی کی تعداد ۵۱ درج کی ہے۔ اُن کی فہرست میں آ اور ے شامل نہیں۔[(9)]

مولوی محمد زین العابدین مؤلفہ ”آئینِ اُردو“ نے حروفِ تہجی کی تعداد ۵۲ تحریر کی ہے۔ اُن کے مطابق اکہری آواز کے ۳۷ حروف ہیں۔ جن میں آ شامل نہیں اور دو ملی ہوئی آوازوں کے ۱۵ حروف ہیں۔[(10)] ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے جامع القواعد (حصہ صرف) میں کل تعداد کا تعین نہیں کیا اور انھوں نے حروفِ تہجی کے اِرتقا کا ذکر کرتے ہوئے ہائیہ حروف کی فہرست میں ”وھ“ اور ”یھ“ کو بھی شامل کیا ہے۔

ہمت رائے شرما نے اُردو حروفِ تہجی کی تعداد ۳۶ تحریر کی ہے اور فہرست میں ''آ اور ہائیہ حروف کو شامل نہیں کیا۔[11] ڈاکٹر سلیم فارانی نے اُردو حروفِ تہجی کی تعداد مخلوط الہا حروف کے ساتھ ۵۰ بتائی ہے۔ اور آ، ء، ے کو شامل نہیں کیا۔[12] ڈاکٹر گیان چند نے دو چشمی ھ، ہمزہ اور یائے مجہول کو نہیں لکھا اور دس ہائیوں (بھ پھ تھ ٹھ جھ چھ دھ ڈھ کھ گھ) کو شامل کر کے حروف کی کل تعداد ۴۵ لکھی ہے۔ اُن کے خیال میں ''ہمزہ اور لا کی اُردو میں کوئی آزاد حیثیت نہیں۔''[13] ڈاکٹر شوکت سبز واری کے خیال میں ''اُردو حروفِ صحیح (باستثنائے ہائیہ) ۳۵ ہیں۔ اُنھوں نے آ، ھ اور ے کو شامل نہیں کیا۔[14] ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے (اردو زبان اور لسانیات میں تبصرہ کرتے ہوئے) ں کے بعد ں اور ہائے ملفوظ کے بعد ھ کا اضافہ کیا اور حروفِ تہجی کی کل تعداد ۳۹ بتائی۔ اُن کے مطابق ''جس صوتی اصول کے تحت ہائے دو چشمی کا اضافہ جائز ہے، اُسی اصول کے تحت ن کے بعد ں کا اضافہ بھی ضروری ہے۔

نصیر احمد زار نے ''ں'' کو حروفِ تہجی میں شامل کرنے کی سفارش کی ہے۔[15] مقتدرہ قومی زبان اسلام سے شائع ہونے والے ''معیاری اردو قاعدہ'' میں بھی حروفِ تہجی کی فہرست میں ''ں'' کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔[16] ڈاکٹر نصیر احمد خان نے (اردو ساخت کے بنیادی عناصر میں) حروفِ تہجی کی تعداد ۳۷ بتائی ہے اور فہرست میں آ، ء اور ہائیہ حروف کو شامل نہیں کیا۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر کی رائے میں ''اُردو تہجی کی تعداد ۳۸ قرار دی جاسکتی ہے۔ انھوں نے ھ کو حروفِ تہجی میں شامل کیا ہے جبکہ آ اور ہائیہ حروف کو شامل نہیں کیا۔[17] شمس الرحمن فاروقی نے حروفِ تہجی کی تعداد ۳۸ لکھی ہے، جن میں آ اور ہائیہ حروف کو شامل نہیں کیا۔ جبکہ ھ کو ہ کے بعد درج کیا ہے۔[18] ڈاکٹر مرزا خلیل بیگ نے حروفِ تہجی کی تعداد ۳۶ درج کی ہے اور فہرست میں آ، ھ، ء اور ہائیہ حروف کو شامل نہیں کیا۔[19] خواجہ غلام ربانی مجال نے مفرد حروفِ تہجی کی تعداد ۴۰ بتائی ہے اور دو چشمی ھ سے مخلوط حروف کی تعداد ۱۷ گنوا کر (وھ، یھ کی شمولیت سے) میزان ۵۷ بتایا ہے، آ کو شامل نہیں کیا۔[20] ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے (اردو املا اور رسم الخط میں) حروفِ تہجی کی تعداد ۵۰ درج کی ہے۔ انھوں نے (املا و قواعد: مسائل و مباحث میں) آ، رھ، مھ کو درج نہیں کیا۔ شان الحق حقی نے حروفِ تہجی کی کل تعداد ۵۲ بیان کی ہے۔ انھوں نے آ کو شامل کیا ہے اور ھ کو الگ حرف تسلیم کرنے کی بجائے ہ کا مترادف لکھا ہے[21]۔ رئیس امروہی نے اردو لغت بورڈ (جلد اول) کے پیش لفظ ص ذ پر اُردو حروفِ تہجی کی تعداد ۵۳ درج کی ہے۔ مدیرِ اوّل کے مطابق: جو ترتیبِ تہجی اختیار کی گئی ہے اس کی تفصیل یہ ہے: ''ا، آ، ب، بھ، پ، پھ، ت، تھ، ٹ، ٹھ، ث، ج، جھ، چ، چھ، ح، خ، د، دھ، ڈ، ڈھ، ذ، ر، رھ، ڑ، ڑھ، ز، ژ، س، ش، ص، ض، ط، ظ، ع، غ، ف، ق، ک، کھ، گ، گھ، ل، لھ، م، مھ، ن، نھ، و، ہ، ء، ی، ے''۔ ان میں سب حروف کلمے کے شروع میں نہیں آتے؛ لیکن یہ سب اُردو میں مستقل آوازوں کے ترجمان ہیں اور علیحدہ علیحدہ صوتیوں (Phonemes) کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا ان میں

سے ہر ایک کا مجرد حرف کے طور پر اندراج کیا گیا ہے، اس کا خاطر خواہ تعارف کرایا گیا ہے اور اس کی صوتی وابجدی حیثیت کے علاوہ لسانی (لغوی) حیثیت بھی واضح کی گئی ہے۔

مقتدرہ قومی زبان نے اپنے شائع کردہ قاعدے میں نون غنہ کا اضافہ کر کے حروف تہجی کی تعداد ۵۴ کر دی گئی۔ اب حال ہی میں مارچ ۲۰۲۲ء میں دوروزہ قومی سیمینار میں ”اُردو املا کی سفارشات مرتب کی گئیں، جس میں بھی نون غنہ کا اضافہ کر کے حروف تہجی کی تعداد ۵۴ کر دی گئی۔[22] جہاں تک نون غنہ کا تعلق ہے نون غنہ انفی آوازوں کا نمائندہ ہے۔ نون اور نون غنہ میں صرف ایک نقطہ کی بنا پر تفاوت ہے۔ دو چشمی ہ(ھ) اُردو میں ہکاری آوازوں کی نمائندہ ہے اور اردو میں پندرہ ہکاری آوازوں کا ایک پورا نظام ہے۔ دو چشمی ہ (ھ) کے بغیر ان آوازوں کی ادائی ممکن نہیں۔ اگر اسی قاعدے کو بنیاد بنایا جائے تو پھر دو چشمی ہ(ھ) کو بھی حروف تہجی میں شامل کیا جانا چاہیے۔ جہاں تک لسانیات کا تعلق ہے، ماہرین لسانیات نون غنہ کو مصمتہ نہیں مانتے لیکن ہکاری آوازوں کو مصمتہ شمار کرتے ہیں۔

ڈاکٹر ممتاز منگلوری کے مطابق:

> ا۔ اُردو کی تہجی ۵۲ حروف پر مشتمل ہے۔ ۲۔ تہجی میں ی، ے دو الگ الگ حروف نہیں، صرف ایک ی ہے، دوسری ے حرکات وعلل کے زمرے میں ہے، اس لیے دوسری ے تہجی میں شامل نہیں ہے۔ ۳۔ ء(ہمزہ) حروفِ تہجی میں شامل ہے۔ یہ عربی اور فارسی کی تہجی میں بھی شامل ہے۔ ۴۔ تہجی میں صرف ایک ہائے ہوز(ہ) ہے۔ ھ کی شکل تہجی میں شامل نہیں۔ ۵۔ پندرہ بھاری آوازوں والے ہندی الاصل حروف مفرد حروف شمار کیے جاتے ہیں نہ کہ مرکب حروف بھ، کھ، کو ب ھ یا ک ھ کو جوڑ کر بنانا درست نہیں۔ ۶۔ اِن پندرہ حروف کا مقام تہجی کی ترتیب میں متعین ہو چکا ہے۔ ۷۔ نون غنہ ں حروف تہجی میں شامل نہیں۔ ۸۔ اُردو میں کوئی مد(ٓ) نہیں ہے۔ حرکات وعلل میں بھی کوئی مد نہیں اس لیے آ اب حروفِ تہجی میں شامل ہے۔[23]

مندرجہ بالا عبارت میں دوسرا نکتہ محلِ نظر ہے۔ یائے مجہول 'ے' حروفِ تہجی میں شامل ہے۔ ڈاکٹر عطش درانی (اردو اطلاعیات) کا موقف ہے کہ حروف میں اضافے کی گنجائش رکھی جائے۔

دیکھنے میں آیا ہے کہ آ، ء، ے اور ہائیہ حروف کے معاملے میں ماہرینِ زبان انتشار کا شکار ہیں۔ وہ اس الجھن میں ہیں کہ 'ء' کو حرف بتائیں یا محض املا کی علامت شمار کریں۔ دو چشمی ہ(ھ) کو کس زمرے میں رکھیں۔ ہائیہ حروف چونکہ ھ سے مخلوط ہیں تو کیا انھیں حروفِ تہجی میں شامل کریں یا صرف حروفِ تہجی کی فہرست میں 'ھ' کی نمائندگی سے مسئلہ حل ہو جائے گا۔ پنڈت دتاتریہ کیفی نے 'ء' کو شامل نہ کرنے کے حق میں ہیں۔[24] ابائے اُردو مولوی عبدالحق کی رائے میں: اِسے غلطی سے حروف میں شامل کر دیا گیا ہے۔ لیکن درحقیقت ی اور و کے

ساتھ وہی کام دیتا ہے جو مد الف کے ساتھ ۔یعنی جہاں ی کی آواز کھینچ کر نکالنی پڑے اور قریب دو ی کے ہو۔یا جہاں و کی آواز معمول سے بڑھ کر نکالی جائے وہاں بطورِ علامت کے اِسے لکھ دیتے ہیں۔[25]

ڈاکٹر مرزا خلیل بیگ لکھتے ہیں: ''ہمزہ 'ء' بھی اُردو حرف نہیں بلکہ ایک تحریری علامت ہے۔ چنانچہ اسے بھی حروفِ تہجی میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔''[26] شان الحق حقی کا بھی یہی موقف ہے۔[27] نصیر احمد زار نے بھی ہمزہ کو حروفِ صحیح میں شامل کرنے سے اختلاف کیا ہے۔ اُن کے بقول: ''مولوی فتح محمد جالندھری اور ڈاکٹر مولوی عبدالحق کی رائے اس معاملے میں بہت صائب ہے کیونکہ ان دونوں بزرگوں نے ہمزہ کو اعراب میں شمار کیا ہے۔ لہٰذا یہ ہمزہ عربی کے ہمزے سے بالکل مختلف اور اسے حروفِ صحیح میں شامل کرنا کسی صورت بھی جائز نہیں ہے۔(28)

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کے مطابق: اس کو تسلیم کرنا چاہیے کہ ہمزہ اُردو املا کا ناگزیر نشان ہے۔ بہت سے لفظ اس کے بغیر لکھے ہی نہیں جاسکتے۔ (یعنی زبر، زیر، پیش کی طرح اس کا لکھنا اختیاری نہیں)۔ روایتاً بھی یہ اُردو حروف تہجی میں شامل چلا آرہا ہے۔ اس لیے ہمزہ کو اُردو حروفِ تہجی میں شامل رکھنا نہ صرف مناسب بلکہ ضروری ہے۔(29)

ڈاکٹر سہیل بخاری کی رائے میں یہ اُردو کا ایک اہم حرف ہے۔[30] ڈاکٹر رؤف پاریکھ رقم طراز ہیں:

> ۱۔ عربی میں کل اٹھائیس حروف تہجی ہیں اور عربی میں ہمزہ کو الف کا قائم مقام مانا گیا ہے۔ لیکن اُردو میں ہمزہ کی اپنی حیثیت ہے اوراس معاملے میں اُردو عربی یا فارسی کا تتبع نہیں کر سکتی
> ۔۲۔ بابائے اُردو اور بعض دیگر اہل علم کی رائے سے قطع نظر ہمزہ اُردو حروف تہجی میں شامل اور ایک مستقل حیثیت کا حامل ہے۔ اگرچہ اس سے اُردو میں کوئی لفظ شروع نہیں ہوتا لیکن اُردو املا اس کے بغیر نامکمل ہے۔[31]

رشید حسن خاں ہمزہ کے زیر عنوان لکھتے ہیں: ''ہمزہ حرف بھی ہے اور علامت بھی۔۔۔ یہ دلچسپ بات ہے کہ ایک طرف تو اُردو کے حروف تہجی کی فہرست میں عملاً اس کو (بہ طرزِ حرف کے) ی سے پہلے جگہ دی جاتی ہے، مگر اصولاً اس کو حرف کی حیثیت سے نہیں مانا جاتا۔ اس کو یوں دیکھیے کہ لغات میں ہمزہ کو حرف کی حیثیت سے کسی علاحدہ فصل میں جگہ نہیں دی جاتی''۔[32] وہ مزید صراحت کرتے ہیں: ''یہ بات مان لینا چاہیے کہ اُردو میں ہمزہ مستقل حرف کی حیثیت بھی رکھتا ہے اور اسی حیثیت سے الفاظ کا جزو ہوتا ہے۔ حروفِ تہجی کی پرانی ترتیب میں اس کو ہ کے بعد جگہ دی جاتی رہی ہے اور اس ترتیب کو بدلنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''[33]

مولوی زین العابدین مولفہ ''آئینِ اُردو'' کے بقول:

یہ حرف نہ تو اشکال حروفِ صحیحہ میں سے اور نہ اعراب مذکور میں سے ہے لیکن ہم نے اس کو حرفِ صحیح میں اس لیے شمار کیا کہ تمام حرفوں میں سوائے ہمزہ کے کوئی حرف متشنج یعنی کپکپاتی ہوئی آواز والا نہیں۔ عربی ہمزہ کا استعمال ساکن اور متحرک دونوں طرح ہوتا ہے لیکن فارسی اور ہندی میں ہمزہ ساکن نہیں آتی اور نہ ہی متشنج یا جھٹکنے والی آواز دیتی ہے۔(34)

آ کو بھی حروفِ تہجی میں شامل کرنے کے لے ماہرین تضاد کا شکار ہیں۔ اکثر ماہرین آ کو حروفِ تہجی میں شامل کرنے کے حق میں نہیں لیکن عجیب اتفاق ہے کہ اُردو کے اکثر لغات آ سے شروع ہوتے ہیں اور اِسے الف ممدودہ کا نام دے کر اِس کی الگ ردیف قائم کی گئی ہے۔ پنجاب ٹیکسٹ بورڈ سمیت متعدد مروجہ قاعدوں میں ''آ''، مستقل حرف کے طور پر شامل ہے۔ اُردو لغت بورڈ نے بھی حروفِ تہجی کی فہرست میں آ کو شامل کیا ہے۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں:

الف کے بعد الف ممدودہ کے اضافے کو، کسی قدر نرمی کے ساتھ اُردو حرف تہجی کے اصول اور روایت سے ایک غیر ضروری اور ناروا انحراف کہا جا سکتا ہے۔ اُردو حروفِ تہجی میں صرف ایک الف ہے۔ الفِ ممدودہ الف پر مد لگانے سے بنتا ہے۔ مد ایک اعراب ہے۔ کسی حرف پر اعراب لگانے سے علیحدہ حرف نہیں بنتا۔ الف اور دوسرے حروف پر زبر، زیر، پیش اور ان کی ضمنی آوازوں کو مدِ نظر رکھ کر حروف کا تعین کیا جائے تو نہ معلوم کتنے حروف بن جائیں گے۔ فرہنگِ آصفیہ میں الف اور الف ممدودہ کا ایک ہی باب ہے اور اولیت الف ممدودہ کو دی گئی ہے۔ نور اللغات، فیروز اللغات اور دکنی اُردو کی لغت وغیرہ میں دونوں کے الگ الگ باب قائم کیے گئے ہیں لیکن اولیت الف ممدودہ کو دی گئی۔ قطع نظر اس کے کہ لغوی ترتیب میں اُردو کا مروج طریقہ الف ممدودہ کو اولیت دینے کا ہے، الف ممدودہ کے الفاظ کا الگ باب قائم کرنے سے یہ لازمی نہیں کہ اسے حروفِ تہجی میں شامل کیا جائے۔(35)

ڈاکٹر عطش درانی رقم طراز ہیں:

پہلے آ کو الگ حرف شمار نہیں کیا جاتا تھا، اِسے دو الف کے برابر قرار دیا جاتا تھا مگر اب شان الحق حقی، وارث سرہندی، ڈاکٹر سہیل بخاری اور ڈاکٹر فرمان فتح پوری جیسے اہلِ علم و قلم اور اسحاق جلالپوری، تاج محمد اور ڈاکٹر ممتاز منگلوری جیسے ماہرینِ تعلیم اِس امر پر متفق ہیں کہ یہ ایک الگ آواز یا صوت ہے اور اسے 'الف مد آ' کی بجائے صرف 'آ' بولنا چاہیے۔(36)

اِسی طرح ہائیہ /ہکار آوازوں کے لیے کتنے حروف اختراع کیے جائیں، اِس معاملے میں بھی خلطِ مبحث ہے اور کوئی متفقہ اور مقررہ تعداد نہیں ملتی۔ اِسی طرح اکثر ماہرینِ زبان تمام ہائیہ حروف کو درج کرنے کی بجائے ایک دو چشمی ہ (ھ) پر اکتفا کرتے ہیں۔ ''املا نامہ'' مرتبہ گوپی چند نارنگ میں ہائیہ حروف ۱۷ ہیں۔ انھوں نے وھ اور یھ

کو بھی شامل کیا ہے اور ''اُردو املا'' مرتبہ رشید حسن خاں میں اِن کی تعداد ۱۶ ہے، جن میں یھ بھی شامل ہے ۔[37] مولوی عبد الحق نے ''قواعدِ اُردو'' میں اِن کی تعداد ۱۵ گنوائی ہے۔[38] ڈاکٹر مسعود حسین خاں نے ہائیہ آوازوں کے گیارہ حروف تسلیم کیے ہیں۔[39] ڈاکٹر گیان چند اور ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے ہکاری آوازوں کی تعداد دس بیان کی ہے۔

انشا اللہ خان انشاؔ کے مطابق: ''ھ سے مخلوط حروف سترہ ہیں۔ انھوں نے واور ی کو بھی ھ کے ساتھ مخلوط کیا ہے۔''[40] ڈاکٹر شوکت سبزواری کے نزدیک: ''ہائیہ اصوات وعلامات سترہ ہیں۔ جن میں دس قدیم یہ ہیں: کھ گھ چھ جھ ٹھ ڈھ تھ دھ پھ بھ۔ ذیل کی سات آوازیں بعد کی پیداوار ہیں: رھ ڑھ لھ مھ نھ وھ یھ ۔''[41] ڈاکٹر گیان چند ہائیت کو ہکاریت (کھ گھ چھ جھ ٹھ ڈھ تھ دھ پھ بھ) اور ہائے مخلوط (رھ ڑھ لھ مھ نھ وھ یھ) میں تقسیم کرتے ہیں۔[42] اِسی طرح ڈاکٹر گوپی چند نارنگ مفرد ہکار آوازوں اور مخلوط ہکار آوازوں میں امتیاز کرتے ہیں۔[43]

ڈاکٹر مسعود حسین خاں کے بقول: ''کھ دھ بھ وغیرہ کی فہرست میں نھ لھ مھ کا اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً ننھا، دلھن، تمھارا میں ۔(44) حقیقت یہ ہے کہ ہندی میں جن ہائیہ آوازوں کے لیے مفرد حروف نہیں ہیں، اُن میں بھی مکمل ہائیت ہے۔ ڈاکٹر محی الدین قادری زور اور ڈاکٹر شوکت سبزواری نے ان ہائیوں کو تسلیم کیا ہے، جن کے لیے ہندی میں مفرد حروف نہیں ہیں۔

ڈاکٹر ابو محمد سحر ھ کو حروفِ تہجی میں شامل کرتے ہیں: اُردو حروفِ تہجی میں اس کو ہائے مدّورہ کے بعد لازمی طور پر درج کرنا چاہیے۔ اگر ایسا نہیں کیا جاتا تو سوال پیدا ہوتا ہے ہائیہ آوازوں کی نمائندگی میں یہ کہاں سے آجاتی ہے اور اسے کس طرح پہچانا جاتا ہے۔ ۴۵ لیکن مخلوط الھا حروف کی اُردو قاعدہ اور لغت میں شمولیت پر معترض ہیں۔[46] ان کے نزدیک یہ دو دو حرفوں کے مجموعے (Digraph) ہیں اور ''دو حرفے'' کو حروفِ تہجی میں شامل نہیں کیا جاتا۔ شمس الرحمن فاروقی نے ہائیہ حروف کو حروفِ تہجی کی فہرست میں شامل کرنے پر اُردو لغت بورڈ پر سخت تنقید کی ہے۔[47] گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں:

> جب ہائے دوچشمی کو حروفِ تہجی میں شامل کر دیا گیا ہے تو دوچشمی ہے کی مختلف ملواں شکلوں یعنی بھ پھ تھ وغیرہ کا اندراج حروفِ تہجی میں ضروری نہیں، اگرچہ اسمٰعیل میرٹھی نے اس کو روا رکھا تھا۔ البتہ حروف تہجی کے اندراج کے بعد الگ سے بھ پھ تھ ڈھ جھ چھ کھ گھ ڑھ وغیرہ کو ابتدائی قاعدوں میں درج کرسکتے ہیں تاکہ طالب علم مفرد آوازوں کے طور پر ان کی مشق کرسکیں۔[48]

ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ مخلوط الھا آوازوں کو حروفِ تہجی میں شامل نہ کرنے کے حق میں ہیں۔ ان کے خیال میں ہکاری آوازیں (Aspirates) والی تحریری شکلوں کو حروف کا درجہ نہیں دیا جاسکتا کیونکہ یہ حرف کی تعریف پر پوری نہیں اُترتیں۔ ان کے خیال میں: یہ دو حروف کی تالیف کا نتیجہ ہیں۔ مخلوط حروف بھ، تھ، دھ، کھ وغیرہ کو حرف یا سب سے چھوٹی تحریری اکائی ترسیمیہ (Grapheme) کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ اِن کی تشکیل دو تحریریں شکلوں کی ترکیب سے عمل میں آتی ہے۔[49] محمد اسحاق جلال پوری کی دلیل کے مطابق:

> پہلے بھ، پھ، تھ۔۔۔۔ سے شروع ہونے والے الفاظ کو لغت میں ب، پ، ت۔۔۔۔۔۔ ہی کی ردیف میں تحریر کیا جاتا تھا۔ مثلاً بھائی کا لفظ ب کی ردیف میں ب228ھ کے تحت درج کیا جاتا تھا۔ اب بھ، پھ، تھ کو الگ ردیف کی حیثیت سے لغت میں شامل کرلیا گیا ہے۔ پہلے چونکہ بھ، پھ وغیرہ کو حروفِ تہجی میں شمار نہیں کیا جاتا تھا اِس لیے حروف کی تعداد ۳۶ بتائی جاتی تھی، جب کہ ان حروف کی شمولیت کے بعد اُردو حروف تہجی کی تعداد ۵۱ یا ۵۲ ہے۔[50]

ڈاکٹر محمد آفتاب احمد نے ہائیہ حروف کی فہرست میں ۱۲ حروف درج کیے ہیں۔ وہ رھ، لھ، نھ، مھ پر معترض ہیں۔[51] ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے حروفِ تہجی کی فہرست میں رھ، ڑھ، یھ کو شامل نہیں کیا۔[52] راقم کے خیال میں "بھ، پھ، تھ، ٹھ، جھ، چھ، دھ، ڈھ، رھ، ڑھ، کھ، گھ، لھ، مھ، نھ" پندرہ ہائیہ حروف اُردو حروفِ تہجی کی فہرست میں مروج ہو چکے ہیں۔ ہمارے درسی قاعدوں میں ان کا رواج ہے اور اُردو لغت بورڈ نے بھی حروفِ تہجی کی فہرست میں انھی کا اندراج کیا ہے۔ اس لیے انھی حروف پر اتفاق ہونا چاہیے تاکہ مزید ابہام اور انتشار پیدا نہ ہو۔

چونکہ اردو رسم الخط عربی وفارسی رسم الخط سے مستعار اور ماخوذ ہے۔ اس لیے یائے مجہول "ے" کی حروفِ تہجی میں شمولیت عربی وفارسی کے زیرِ اثر متنازع رہی۔ عربی میں ی اور ے کا صوتی لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ ایک ہی آواز کے لیے یہ دونوں علامات مستعمل ہیں۔ اسی لیے عربوں نے جب اہلِ فارس اور اہلِ ہند سے اس آواز کو سنا تو اسے یائے مجہول کا نام دیا۔ چونکہ فارسی اور اُردو دونوں آریائی زبانیں ہیں۔ اس لیے یہ آواز دونوں زبانوں میں موجود ہے۔ فارسی میں یہ پہلے مروج تھی لیکن اب ترک کر دی گئی ہے تاہم اُردو میں یہ مستقل حرف کا درجہ رکھتی ہے۔

ڈاکٹر ممتاز منگلوری[53] اور محمد اسحٰق جلالپوری[54] بڑی "ے" کو الگ حرف ماننے سے انکاری ہیں اور اسے محض حرکات و علل کے زمرے میں گنتے ہیں۔ پروفیسر آل احمد سرور کے مطابق: "عبد الستار صدیقی کی رائے تھی کہ بڑی "ے" کا استعمال ترک کر دیا جائے۔ میرے خیال میں یائے معروف اور یائے مجہول عام طور پر پوری لکھنی چاہئیں"۔[55] اسی طرح "آ" اور "ء" بھی حرف کا درجہ اختیار کر چکے ہیں اور درسی قاعدوں میں

مروج ہیں ہاں نون غنہ ''ں''کا اضافہ ایک غیر ضروری بوجھ ہے۔ اسے علامتوں کی ذیل میں سکھایا جاسکتا ہے اور ایسا مدت سے کیا جارہا ہے۔ چونکہ حروفِ تہجی ہی کسی زبان کی تحصیل کی بنیاد ہوتے ہیں۔ اس لیے ان پر اتفاق زبان کی ترقی اور ترویج کے لیے بہت ضروری ہے۔ یہ امر بھی واضح ہے کہ حروف تہجی کا تعین صوت کی بنیاد پر نہیں بلکہ ان کی صورت اور روایت پر ہے اور دنیا کا کوئی بھی رسم الخط کامل طور پر صوتی ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ ہمارے درسی قاعدوں میں اُردو لغت بورڈ کے متعین کردہ ۵۳ حروف تہجی مروج ہیں۔ مستحسن ہے کہ اب اسی تعداد پر اکتفا کرنا چاہیے۔ حروفِ تہجی کی فہرست میں اضافہ کرنا یاان کی مروجہ ترتیب کو بدلنا دونوں باتیں انتشار اور اشکال کو راہ دیتی ہیں، اور زبان کی ترقی میں رکاوٹ کا باعث ہیں۔ آئے دن حروفِ تہجی کی تعداد میں اضافہ تشویش ناک ہے۔ اُردو حروف تہجی اس وقت تشکیلی یا غیر معینہ حالت میں نہیں بلکہ ان کی تشکیل و ترتیب میں صدیاں بیت چکی ہیں اور ضروری ترامیم ہو چکی ہیں۔ اگر انگریزی ۲۶ حروفِ تہجی کے ساتھ بین الاقوامی اور سائنس و ٹیکنالوجی کی زبان بن سکتی ہے اور عربی ۲۸ حروف کے ساتھ قرآنِ مجید کی زبان بن سکتی ہے تو اُردو کے حروف تہجی کی ایک معقول تعداد کا تعین کیوں نہیں کیا جاسکتا۔ حالانکہ اُردو اِن زبانوں سے کہیں زیادہ آوازوں کو تحریر کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ عربی اور انگریزی بہت سی آوازوں کو ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ لیکن اس بنا پر ان کے حروف تہجی میں اضافہ نہیں کیا گیا۔

جہاں تک حروف تہجی کی تدریس کا تعلق ہے۔ اُردو قاعدوں میں حروف تہجی کی تدریس میں دو طریق رائج ہیں۔ ا۔ مفرد حروف کے ساتھ ہی دو چشمی ہ کی تالیف سے بننے والے حروف کی تختی درج کر دی جاتی ہے۔ جیسے ب کے بعد بھ اور پ کے بعد پھ وغیرہ۔

ب۔ مفرد حروف الگ پڑھائے جاتے ہیں اور مخلوط الھا حروف کی تختیاں الگ پڑھائی جاتی ہیں۔ دوسرا طریقہ زیادہ موزوں ہے۔ اس میں طلبہ کے ذہنوں پر زیادہ بوجھ نہیں پڑتا اور تمام حروفِ تہجی سیکھنے کے بعد ہائیہ حروف کی مشق میں آسانی رہتی ہے۔

ہجے کی اہمیت اور طریقہ:

''ہجا'' عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی ہیں حرف کو اِعراب سے ظاہر کرنا۔ اُردو میں اس کے لیے ہجے کا لفظ مروج ہے، جو جمع مذکر ہے اور جس کا مفہوم ہے کہ لفظ کے حرف کو صحیح ترتیب اور حرکات سے ادا کرنا۔ تلفظ کے لیے ہجے کی بہت اہمیت ہے۔ کسی لفظ کے درست ہجے مدِ نظر نہ ہوں تو تلفظ کی درستی محال ہے اور نہ ہی صحیح ہجوں کے بغیر املا درست ہو سکتا ہے۔۔ تلفظ کی درستی کے لیے اعراب، مخارج، حروفِ شمسی و قمری، واوٴ معدولہ، یائے مخلوط، مشابہ الصوت حروف وغیرہ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اُردو میں چند عربی و فارسی اور مقامی الفاظ میں کچھ

حروف خاموش ہوتے ہیں جو یا تو پوری آواز نہیں دیتے یا نیم اور مخلوط قسم کی آواز دیتے ہیں۔ مثلاً اگر ”ال“ عربی الفاظ کے آغاز میں ہو تو پڑھا جائے گا جیسے القمر، الملک، السعود وغیرہ۔ شمسی حروف (ت ث د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ل ن) سے پہلے ”ال“ آئے تو نہیں پڑھا جائے گا۔ مثلاً والشمس، دار لسلام وغیرہ۔ قمری حروف سے پہلے ”ال“ آئے تو ”ل“ پڑھا جائے گا مثلاً والقمر، عبدالغفور وغیرہ۔ (شمسی اور قمری حروف میں تخصیص کے لیے ایک کلید سے مدد لی جاسکتی ہے۔ ”حق کا خوف عجب غم ہے“۔ اس جملے میں سارے قمری حروف موجود ہیں۔ باقی جتنے حروف ہیں، وہ شمسی ہیں۔ اس کلید پر قیاس کر کے حروفِ شمسی اور حروفِ قمری کو یاد رکھا جا سکتا ہے۔
واؤ معدولہ فارسی میں جیسے خود، خوش، خواب، عربی میں جیسے ابوالکلام، ابوالحسن اور وَورخ، وَولف، وَوساو غیرہ۔
”مخلوط“ کا مطلب ہی یہ ہے کہ اسے ماقبل حروف کے ساتھ مخلوط کر کے پڑھا جائے۔ اسی لیے ”دو چشمی ہ“ کی تالیف سے بننے والے حروف کو ہائے مخلوط کہتے ہیں مثلاً بھیڑ (بھ + ے + ڑ)، ٹھہر (ٹھ + ہ + ر) وغیرہ۔ یائے مخلوط مقامی الفاظ مثلاً پیار، کیاری اور عربی الفاظ و تراکیب مثلاًفی الواقع، حتی الوسع میں موجود ہے۔ فارسی تراکیب کے آخر میں اعلانِ نون نہیں ہو گا بلکہ ن غنہ پڑھا جائے گا مثلاً آفتِ جاں، رگِ جاں، تابع فرماں وغیرہ ۔ اسی طرح دانت، نیند جیسے الفاظ میں نون غنہ کی تفہیم لازم ہے۔
یہ نکتہ خاص طور پر یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اردو حروفِ تہجی کی ترکیب میں ساقطے (Elisions Silent) یعنی حروف معدولہ (غیر ملفوظی) صرف چار ہیں۔ تین بنیادی مصوتے (ا، و، ی) اور ایک مصمتہ (ل) ہے۔ یہ ساقط الصوت حروف ہیں جو بعض الفاظ کی ترکیب میں لکھے تو جاتے ہیں مگر پڑھنے میں ان کی آواز ادا نہیں کی جاتی۔
ابجد خوانی کے طریقوں کی نوعیت کے اعتبار سے معروف اور متداول دو اقسام ہیں، ترکیبی اور تحلیلی۔ ترکیبی طریقے میں جز سے کل کی جانب اقدام کرتے ہیں یعنی حروفِ تہجی، ارکان سازی اور جملے کی بتدریج تدریس کی جاتی ہے۔ تحلیلی طریقہ (بین و گو) میں لفظ واری اور جملہ واری طریقے اہم ہے۔ اس طریق کا حامی مکتبۂ فکر ہجوں کے خلاف ہے۔ تحلیلی طریقوں میں بڑی خامی یہ ہے کہ اِن میں ہجوں کی مشق نہیں ہوتی اور طلبہ سے تلفظ واملا کی عام غلطیاں سرزد ہوتی ہیں۔ تاہم ضروری ہے کہ ہجے کراتے وقت کفایت کا پہلو مد نظر رہے۔ قرات کے دوران ہجوں پر زیادہ زور دینے سے بچوں کے پڑھنے کی رفتار کم ہو جاتی ہے، اس لیے ایک خاص سطح کے بعد بچوں کو بغیر ہجوں کے پڑھنے کی مشق کرائی جائے۔ ہجوں کی تدریس میں دو بنیادی مسائل سامنے آتے ہیں۔
اول: الف بائی طریقۂ تدریس کی بجائے لفظ واری اور جملہ واری طریقۂ تدریس پر زور دینے سے ہجے کرانے کا سلسلہ ختم ہوتا جارہا ہے۔
جس کی وجہ سے مفرد حروف اور اِن کی ترکیبی شکلوں کی آزادانہ شناخت کا عمل ناقص رہ جاتا ہے اور طلبہ سے تلفظ واملا کی عام غلطیاں سرزد ہوتی ہیں۔ دوم: ہجے کرانے کا انداز ہے۔

ہجے کرانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ حرکت کو حرف کے بعد ادا کرتے ہیں۔ مثلاً سب کے ہجے یوں کریں گے: سین بے زبر (سب)، ت میم پیش (تم) وغیرہ۔ اس طریقے کے حامیوں کا مؤقف ہے کہ حرف اصل ہے جبکہ حرکت ثانوی چیز ہے۔ مساجد میں قرآنِ پاک کی تدریس کے دوران یہی طریقہ رائج ہے۔ ڈاکٹر سہیل بخاری نے ا،ی کی بحث کی ذیل میں لکھا: طویل سروں کو ہجے کرتے وقت بھی ان پر مختصر سر بولنے پڑتے ہیں مثلاً دال زبر الف دا۔ دال واؤ پیش دو، دال یے زیر دے۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر نے ہجوں کے طریقے پر بحث کرتے ہوئے مندرجہ بالا طریقے کی حمایت کی ہے اور اسے بحال کرنے پر زور دیا ہے۔[56] سید سلمان رضوی بھی اس طریقہ کی حمایت کرتے ہیں۔ ''ان کے بقول: چونکہ یہی طریقہ عربی زبان اور فارسی زبان کے ہجوں میں مستعمل ہوا۔ فائدہ یہ ہوا کہ ایک ہی طریقے سے اپنی تینوں زبانوں کے ہجے کیے جانے لگے اور طالب علم بڑے مخمصے سے آزاد ہو گیا''[57]۔ ان کے خیال میں قدیم طریقے سے لحن کا عنصر کا شامل ہو جاتا ہے، جس سے پڑھنے میں روانی ہوتی ہے۔ ''ر ب زبر رب میں ایک لحن ہے، ر زبر ب میں کھردراپن ہے''۔[58]

دوسرے طریقے میں پہلے حرکت کو ادا کرتے ہیں اور بعد میں حرف کو مثلاً ایک عرصے سے سکولوں میں اساتذہ الف زبر بے ''اَب'' اور تے زبر ب ''تَب'' ہی بتاتے ہیں۔ ڈاکٹر گیان چند ایک کے ہجے یوں لکھتے ہیں: ایک کے ہجے ہیں: الف زیر یے ساکن ک موقوف۔ ''کے'' کے ہجے ہیں ک زیر یے۔[59]
مسجد اور سکول میں ہجے کرانے کا متضاد انداز مبتدیوں کے لیے کرب اور پریشانی کا باعث ہے۔ ہجے کرنے میں ایک مسئلہ مخلوط الہا حروف کی ادئیگی بھی ہے۔ ان حروف کو مرکب تصور کرتے ہوئے ایک زمانے تک ب، ھ کی بی بھ پڑھایا جاتا رہا ہے اور شاید اب بھی کچھ اساتذہ ایسے پڑھاتے ہوں۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر نے اس پرانے طریق پر زور دیا ہے۔[60] اس طریقے میں خامی یہ ہے کہ بھالو اور ڈھول وغیرہ کے ہجے بالترتیب (ب + ھ + ا + ل + و) اور (ڈ + ھ + و + ل) ہو جائیں گے۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری لکھتے ہیں: صوتیات کی رو سے ہائیہ آوازیں مفرد نہیں مخلوط (Complex) ہیں۔ جن میں ''ہ'' وقفیہ سے گھل مل کر یک جان ہو گئی ہے۔ اُردو میں ان کو لکھنے اور متشکل کرنے کا طریقہ ان کی فطرت کے عین مطابق ہے۔ ''گھر'' کا صحیح اور حکمیاتی تجزیہ ''گھ + ر، اور بھر کا بھ + ر ہے اور ان کے ہجے ''گ ھ ر زبر، گھر نہیں بلکہ گھ زبر ر، گھر ہیں۔[61]

ہائے مخلوط کے سلسلے میں لسانیاتی اصول و قواعد اور روایت کا اختلاف نظر آتا ہے۔ صوتیات کی رو سے آواز اصل چیز ہے جبکہ حرفی تصور میں (جیسا کہ عربی، فارسی اور اُردو میں مروج ہے) حرف بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ صوتیات کے مطابق ایک آواز کے لیے ایک علامت ہوتی ہے مگر حرف کی بنیاد پر ایک آواز کے لیے دو حرف بھی ہو سکتے ہیں۔ صوتیات کی رو سے بھ پھ تھ وغیرہ مفرد آوازیں ہیں مگر روایت کی رو سے یہ مخلوط سمجھی جاتی ہیں۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے ''لسانیات اور ہجا'' کے زیرِ عنوان اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے:

رَب کے ہجے رے بے زَبر رَب بتائے جاتے ہیں۔ غور فرمائیے، زبر یعنی مصوتہ، رے کے بعد وارد ہوتا ہے لیکن بے کے بعد بتایا جاتا ہے۔ اسی طرح جب مان لیا گیا کہ بھ، پھ، تھ ہکاری آوازیں ہیں اوران کا درجہ مفرد آوازوں کا ہے تو بھ کو بے زبر دو چشمی ہے بھ کہنا کس حد تک صحیح ہے۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر لکھتے ہیں: ''ان کے ہجے کا طریقہ بے دو چشمی ہے زبر بھ ---بتانا چاہیے (سے بننے والے لفظوں) کے ہجے بھی اسی طرح بتانا چاہیے، مثلاً گاف دو چشمی ہے رے زبر گھر'---'اگر گھر کے ہجے ''گاف دو چشمی ہے زبر'' ہیں، توگھر کے ہجے ''گاف دو چشمی ہے رے زبر گھَر'' ہوئے۔ غور فرمائیے۔CVC ساکت (C= مصمتہ اور V= مصوتہ) کے چھوٹے سے لفظ کے لیے ہم نے ہجوں کے لیے پانچ نام استعمال کیے۔ یہ کفایت کے خلاف تو ہے ہی، مضحکہ خیز بھی ہے۔ اسی طرح پھوٗل کے ہجے ہوئے ''پ دو چشمی ہے، واؤ الٹا پیش لام ماقوف'' یا پھَینک کے ہجے ہوئے ''پ دو چشمی ہے زبر یائے نون غنہ کاف ماقوف''۔ یہ الفاظ صرف ایک صوتی رکن کے ہیں، یعنی CVC(مصمتہ + مصوتہ + مصمتہ) تعلیم وتدریس کے تمام جدید نظریے آوازوں کی مدد سے لفظوں کو پڑھانے کی تائید کرتے ہیں۔ حروف کے نام اور ترتیب جاننا تو ضروری ہے، لیکن لفظوں کے جوڑ، آوازوں سے بنتے ہیں حروف کے ناموں سے نہیں۔ پھر اس میں آسانی، محنت و کوشش کی کفایت، اور وقت کی بچت بھی ہے۔ لیکن اگر اہلِ روایت کو ہجوں کے قدیم طریقے کے خلط مبحث پر اصرار ہے تو وہ جانیں، لسانیات اس میں مانع نہیں آتی۔(62)

ہجوں کے علاوہ اردو حروفِ تہجی کی تدریس میں ایک بڑا مسئلہ حروف کی ادائیگی کا بھی ہے۔ بچہ سکول میں داخل ہونے کی عمر کے ساتھ مسجد میں عربی قرآنی قاعدہ بھی پڑھنا شروع کر دیتا ہے۔۔ مسجد میں با، تا، ثا پڑھاتے ہیں جبکہ سکول میں بے، پے، تے، ثے پڑھایا جاتا ہے۔ آوازوں کی ادائیگی کا یہ دوہرا طریقہ ایک معصوم ذہن کے لیے شدید پریشانی اور الجھن کا باعث بنتا ہے۔ نتیجتاً بچے ABC جلد یاد کر لیتے ہیں جبکہ ا، ب، پ میں الجھے رہتے ہیں۔ یہ نہایت اہم اور بنیادی مسئلہ ہے جو ماہرینِ زبان و درسیات کی توجہ کا طالب ہے۔ اب صوتی طریقۂ تدریس میں اُردو حروف اَ، با، تا، ثا، جا، چا، دا، ڈا وغیرہ ادا کیے جاتے ہیں جو ماقبل دونوں طریقوں سے مختلف ہے۔ اگر قومی سطح پر اس مسئلہ پر اتفاق رائے ہو جائے تو اردو کی ابتدائی تعلیم کی تسہیل میں مستحسن قدم ہو گا۔

حوالہ جات و حواشی

ا۔ مولوی عبد الحق، ڈاکٹر، قواعدِ اُردو(لاہور، لاہور اکیڈمی، سن ندارد)ص 26

۲۔ برج موہن دتاتریہ کیفی، کیفیہ،(لاہور، مکتبہ معین الادب اُردو بازار،،۱۹۵۰ء،)ص62

۳۔ بحوالہ خلیل صدیقی، پروفیسر، زبان کا مطالعہ (کوئٹہ، روبی پبلشرز،، ۲۰۰۱ء، ص159

۴۔ سید محمد سلیم، پروفیسر، اُردو رسم الخط (اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان،۱۹۸۱ء)ص 91

۵۔ ایضاً، ص92

۶۔ برج موہن دتاتریہ کیفی، کیفیہ،(لاہور، مکتبہ معین الادب اُردو بازار،۱۹۵۰ء)ص62

۷۔ سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، جلد اول، مقدمہ طبع اول، حاشیہ، ص27

۸۔ بحوالہ ابو محمد سحر، ڈاکٹر، اُردو املا اور رسم الخط،(انڈیا، مکتبہ ادب، بھوپال،۱۹۹۹ء)ص36

۹۔ فتح محمد خان جالندھری، مولوی، مصباح القواعد (حصہ اول)(رام پور اشاعت خانہ،۱۹۴۵ء)ص5

۱۰۔ محمد زین العابدین، مولوی، آئین اُردو،(میرٹھ، نامی بک ڈپو،۱۹۲۶ء)ص20

۱۱۔ ہمت رائے شرما، نکاتِ زبان دانی (نئی دہلی، موڈرن پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۸۲ء)ص ۸۷

۱۲۔ سلیم فارانی، ڈاکٹر، اُردو زبان اور اس کی تعلیم (لاہور، ادارہ مطبوعات فارانی، ۲۰۰۰ء)ص130-129

۱۳۔ گیان چند، ڈاکٹر، لسانی مطالعے (انڈیا، ترقی اُردو بورڈ، ہند، ۱۹۷۳ء)ص188

۱۴۔ شوکت سبزواری، ڈاکٹر، اُردو لسانیات (کراچی، مکتبہ تخلیق ادب،۱۹۶۶ء)ص68-67

۱۵۔ نصیر احمد راز، اُردو میں اِعراب کا مسئلہ، مطبوعہ سہ ماہی اُردو،(کراچی، انجمن ترقی اردو، اپریل ۱۹۵۴ء)ص119

۱۶۔ معین الدین عقیل، ڈاکٹر و دیگر (مؤلفین)، معیاری اردو قاعدہ (اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)

۱۷۔ ابو محمد سحر، ڈاکٹر، اُردو املا اور رسم الخط: ایک محاکمہ (بھوپال، مکتبہ ادب،۱۹۹۹ء،)ص42

۱۸۔ شمس الرحمن فاروقی، لغات روزمرہ،(کراچی، آج پبلشرز، ۲۰۰۳ء،)ص42

۱۹۔ مرزا خلیل بیگ، ڈاکٹر، لسانی تناظر، (نئی دہلی، باہری پبلی کیشنز،۱۹۹۷ء)ص276

۲۰۔ غلام ربانی مجال، خواجہ، اُردو حروفِ تہجی کے ماخذ مطبوعہ ماہنامہ اخبارِ اُردو، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، اگست ۲۰۰۵ء

۲۱۔ شان الحق حقی، فرہنگ تلفظ (اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۲ء)ص م

۲۲۔ رؤف پاریکھ، ڈاکٹر و دیگر (مرتبین)، سفارشاتِ اردو املا (اسلام آباد، ادارہ فروغِ قومی زبان، ۲۰۲۲ء)ص6

۲۳۔ ممتاز منگلوری، ڈاکٹر، مختصر تاریخ زبان و ادب، گلگت بلتستان (شمالی علاقہ جات) (اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان،۲۰۰۹ء)، ص254

۲۴۔ برج موہن دتاتریہ کیفی، کیفیہ، ص63

۲۵۔ مولوی عبدالحق، ڈاکٹر، قواعد اُردو(لاہور، لاہور اکیڈمی، سن ندارد، ص132

۲۶۔ مرزا خلیل بیگ، ڈاکٹر، لسانی تناظر، ص276

۲۷۔ شان الحق حقی، لسانی مسائل ولطائف(اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۶ء)ص169-161

۲۸۔ نصیر احمد زار، اُردو میں اعراب کا مسئلہ، مطبوعہ مجلہ سہ ماہی اُردو اپریل ۱۹۵۴ء، ص122

۲۹۔ گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر، اُردو زبان اور لسانیات، ص155

۳۰۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، لسانی مقالات (حصہ سوم)، (اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان،)ص ۵۱۸

۳۱۔ رؤف پاریکھ، ڈاکٹر، املائی مسائل اور ہمزہ (مضمون) مطبوعہ ماہنامہ اخبار اُردو، (اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ستمبر ۲۰۰۴ء،) ص30

۳۲۔ رشید حسن خان، اُردو املا(لاہور، مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۷ء،)ص374

۳۳۔ ایضاً، ص ۳۵۱

۳۴۔ محمد زین العابدین، مولوی، آئین اُردو، ، ص30-29

۳۵۔ ابو محمد سحر، ڈاکٹر، اُردو رسم الخط اور املا، ص39-38

۳۶۔ عطش درانی، ڈاکٹر، پاکستانی اُردو (اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۸ء)ص 21

۳۷۔ رشید حسن خاں، اُردو املا، ص323

۳۸۔ مولوی عبدالحق، ڈاکٹر، قواعد اُردو، ص27

۳۹۔ مسعود حسن خاں، ڈاکٹر، اُردو زبان ادب (اسلام آباد، ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۸۳ء، ص171

۴۰۔ انشا، انشا اللہ خان، دریائے لطافت، ص13

۴۱۔ شوکت سبز واری، ڈاکٹر، اُردو لسانیات، ص100

۴۲۔ گیان چند، ڈاکٹر، لسانی مطالعے، ص90

۴۳۔ گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر، اُردو کی تعلیم کے لسانیاتی پہلو، ص27

۴۴۔ مسعود حسین خاں، ڈاکٹر، اُردو زبان وادب، ص175-174

۴۵۔ ابو محمد سحر، ڈاکٹر، اُردو رسم الخط اور املا، ایک محاکمہ، ص61

۴۶۔ ایضاً، ص63

۴۷۔ شمس الرحمن فاروقی، اُردو لغات اور لغت نگاری، مشمولہ اُردو لغت نویسی (تاریخ، مسائل اور مباحث)، مرتبہ ڈاکٹر رؤف پاریکھ، (اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء،)ص620

۴۸۔ گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر، اُردو زبان اور لسانیات، ص157

۴۹۔ مرزا خلیل بیگ، لسانی تناظر، ص276-275

۵۰۔ محمد اسحق جلالپوری، اُردو قاعدے کی تدریس، مشمولہ تدریس اُردو (جدید تقاضے)، مرتبہ ڈاکٹر عطش درانی (اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۳ء،)ص65-64

۵۱۔ محمد آفتاب احمد، ڈاکٹر، اردو قواعد و املا کے بنیادی اصول (خصوصی مطالعہ) (راولپنڈی، نقش گر پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء)ص18
۵۲۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر تدریس اُردو (اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان،)ص57-56
۵۳۔ ممتاز منگلوری، ڈاکٹر، مختصر تاریخ زبان وادب، گلگت بلتستان (شمالی علاقہ جات) (اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۹ء) ص256
۵۴۔ محمد اسحٰق جلالپوری، اُردو قاعدے کی تدریس، مشمولہ تدریس اُردو (جدید تقاضے)، مرتبہ ڈاکٹر عطش درانی (اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۳ء،)ص65
۵۵۔ آل احمد سرور، پروفیسر، اُردو رسم الخط: عملی و تہذیبی نقطۂ نظر سے، مشمولہ اُردو میں لسانیاتی تحقیق، مرتبہ ڈاکٹر عبد الستار دلوی (بمبئی، کوکل اینڈ کمپنی، اورنٹل بک سیلرز اینڈ پبلشرز، ۱۹۷۱،)ص248
۵۶۔ ابو محمد سحر، ڈاکٹر، اُردو رسم الخط اور املا: ایک محاکمہ (بھوپال، مکتبہ ادب، ۱۹۹۹ء،)ص140
۵۷۔ سلمان رضوی، سید، اردو زبان میں ہجوں کا مسئلہ، مطبوعہ اخبارِ اردو، (اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، اپریل ۲۰۰۶ء)ص33
۵۸۔ ایضاً
۵۹۔ گیان چند، ڈاکٹر، لسانی جائزے (لاہور، مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، ۲۰۰۵ء)ص93
۶۰۔ ابو محمد سحر، ڈاکٹر، اُردو رسم الخط اور املا: ایک محاکمہ، ص134
۶۱۔ شوکت سبز واری، ڈاکٹر، اُردو لسانیات، ص57
۶۲۔ گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر، اُردو زبان اور لسانیات (لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۰۷ء)ص164-163